© rasailojaraid.com

داراشکوہ کی تصنیف مجمع البحرین

وحدت الوجود اور ویدانت کا تقابلی مطالعہ

عذرا وقار

داراشکوہ نے اپنی معروف تصنیف مجمع البحرین میں اسلامی تصوف اور ویدانت کی لغتی تکنیک کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے جس پر زیر نظر مقالہ میں بحث کی گئی ہے۔ داراشکوہ ان حکمرانوں اور تحریکوں کی آخری کڑی ثابت ہوا، جنہوں نے اسلام اور ہندومت کے صوفیانہ نظاموں میں ہم آہنگی تلاش کرنے کی کوشش کی۔ جب ہم اسلام اور ہندومت کے صوفیانہ نظاموں کا موازنہ کرتے ہیں تو ان میں بعض نظریات میں ہم آہنگی اور مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً وحدت الوجود اور ویدانت میں ہم معنی اصطلاحات ملتی ہیں۔ انہی نظریات کے تحت برصغیر میں صلح کل کے جذبے کو فروغ ملا جو سترھویں صدی کے اواخر اور اٹھارویں صدی میں شمالی ہندوستان میں رائج رہا۔

حالات زندگی اور مذہبی رجحانات

شاہزادہ داراشکوہ برصغیر کے عظیم مغل فرمانروا شاہجہاں (۱۵۹۲ء - ۱۶۵۸ء) کا پہلا بیٹا اور ولی عہد سلطنت تھا جو ملکہ ممتاز محل کے بطن سے اجمیر میں ۱۶۱۵ء کو پیدا ہوا۔ داراشکوہ اپنی پیدائش کا احوال یوں بیان کرتا ہے۔

> یہ فقیر اجمیر کے نواح میں ساگرتل میں پیدا ہوا۔ صفر کے آخری دن پیر کے روز آدھی رات ۱۰۲۴ھ کو۔ میرے باپ کے ہاں تین لڑکیاں پیدا ہوئیں اور کوئی بیٹا نہ تھا اور میرے والد کی عمر چوبیس برس ہو چکی تھی۔ ان کو معین الدین چشتی (م ۶۳۳ھ / ۱۲۳۵ء) سے بڑی عقیدت تھی اور ان کی دعا سے خدا نے یہ فقیر عطا کیا جو امید کرتا ہے کہ خدا اپنے پیاروں کی عنایات اس پر جاری کرے گا اور دنیا اور آخرت میں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے گا[۱]۔

شاہجہاں کو داراشکوہ سے بے حد محبت تھی جس کے باعث اس نے ہمیشہ اسے اپنے قریب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھا اور دور دراز کی مہموں پر بھیجنے سے گریز کیا۔ ہر وقت دربار میں رہنے کے باعث وہ سپاہ گری کے فن میں دسترس حاصل نہ کر سکا لیکن اسے مطالعے کیلئے بہت وقت ملا اور اس نے خود کو اسلام اور تصوف کے رنگ میں رنگ لیا۔ اسی شوق نے بعد ازاں اسے دیگر مذاہب خصوصاً ہندو مت اور ویدانت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی طرف مائل کیا۔

بچپن میں دارا کے استاد عبداللطیف سلطانپوری تھے جو اپنے عہد کے معروف دانشور اور عالم تھے۔ دارا کے اپنے ہم عصر صوفیہ شاہ دلربا، شاہ محمد لسان اللہ، شیخ باری، شیخ ابراہیم لقانی، شیخ عبدالواحد، میاں محمد مراد، میاں ابو المعالی، عبدالرحمن، میرزا مداری اور بابا لال داس بیراگی سے اچھے مراسم تھے[۲]۔ اسے مجذوب و مست صوفیہ سے خصوصی عقیدت تھی چنانچہ سرمد شہید (ت۔ن) کا بھی دارا کے پاس اٹھنا بیٹھنا تھا۔ دارا کے ساتھ سرمد کی یہ مصاحبت اورنگ زیب کے لئے قابل اعتراض تھی۔ اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی (۱۶۵۸ء) کے فوراً بعد سرمد کو قتل کروادیا۔[۳] دارا کا ایک اور ہم مشرب اسکا منشی چندر بھان برہمن تھا جو ہندو ہونے کے باوجود اسلامی شعائر کا پرستار اور اسلامی تصوف کا نام لیوا تھا۔ وہ فارسی زبان کا پہلا صاحب دیوان ہندو شاعر تھا[۴]۔

دارا کا ایک اور ساتھی مصنف دبستان مذاہب محسن فانی (ت۔ن) تھا۔ جو ملا شاہ بدخشانیؒ کا مرید اور آزاد خیال صوفیہ کے اس گروہ سے تعلق رکھتا تھا جو داراشکوہ کے گرد رفتہ رفتہ جمع ہو گئے تھے[۵]۔ دبستان مذاہب کے مصنف نے اپنی تصنیف میں ایسے متفرق فرقوں کے حالات قلمبند کئے ہیں جنکا نہ ہندو مت سے تعلق تھا نہ اسلام سے، بلکہ ان کے عقائد ملے جلے تھے[۶]۔

داراشکوہ کو حضرت میاں میرؒ (م ۴۵ ۱۰ھ۔۱۶۳۵ء) سے بڑی عقیدت تھی اور وہ انکو اپنا روحانی مرشد مانتا تھا۔ اس کے خیال میں علم باطن حاصل کرنے کے لئے کسی مرشد کا ہونا ضروری تھا۔ جو طلب الٰہی کی طرف پہلا قدم ہے۔ وہ سلسلہ قادریہ کو سب سلسلوں سے افضل سمجھتا تھا اور سید عبدالقادر جیلانیؒ (م ۱۱۶۶ء) کو اعلیٰ مقام دیتا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ جسطرح غوث الثقلینؒ کے سلسلے کو تمام سلسلوں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح حضرت میاں میرؒ کا طریقہ صلاح، تقویٰ، زہد، ورع، ترک، تفرید و تجرید، سیر و سلوک، فتوح و کشائش، اوضاع و افعال، اطوار و اقوال اور اشغال[۷] میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے مشائخ قادریہ سے مستثنیٰ اور ممتاز ہے ۔ حضرت میاں میرؒ سے اپنی پہلی ملاقات کا حال دارا نے یوں بیان کیا ہے ۔

> ایک مرتبہ اس فقیر (داراشکوہ) کو بیماری لاحق ہوئی ۔ علاج کرنے سے طبیب عاجز آگئے ۔ بیماری نے چند ماہ تک طول پکڑا ۔ فقیر کو جب تک حضرت میاں جیوؒ سے نیاز حاصل نہ ہوا تھا اور انہیں پہچانتا بھی نہ تھا ۔ بادشاہ (شاہجہاں) مجھے اپنے ساتھ حضرتؒ کی خدمت میں لے گئے اور کمال اخلاص اور نیازمندی کے ساتھ التماس کی کہ اس فقیر کی شفا اور صحت کے لئے دعا فرمائیں ۔ بادشاہ نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ۔ حضرت میاں جیوؒ میرا یہ بڑا بیٹا آپ کا معتقد ہے ۔ طبیب اس کے علاج سے عاجز آگئے ہیں ۔ حضور توجہ فرمائیں ۔ حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا ۔ مٹی کا پیالہ ، جس میں خود پانی پیا کرتے تھے ، پانی سے بھر کر ہاتھ میں لیا ۔ اس پر دعا پڑھی اور پانی پینے کے لئے فقیر کو دیا ۔ پانی پینے کے ایک ہفتے بعد میری سب بیماری جاتی رہی اور صحت ہو گئی [۸] ۔

حضرت میاں میرؒ دارا پر بڑی عنایت کرتے تھے اور اسکی صحت کے لئے دعا فرماتے ۔ ایک بار دارا کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہماری جان اور ہمارا نور بصر ہے [۹] ۔ حضرتؒ نے اپنی زندگی میں بھی دارا پر عنایت کی اور وفات کے بعد اویسی طریقے پر اسکی تربیت کی ۔ حضرت میاں جیوؒ کے خیال میں صوفی جب وجد میں ہوتا ہے تو وہ اپنی ہستی سے خالی ہوتا ہے اور بقائے حق میں مل کر باقی ہو جاتا ہے [۱۰] ۔ اس سے ان کا عقیدہ وحدت الوجود سے عقیدت کا اظہار ہوتا ہے ۔ وہ تصوف کے حقائق و معارف میں اپنے زمانے کے کامل بزرگ تھے اور ابن العربی (پ ۱۱۶۵ء) کے فلسفۂ وحدت الوجود سے متاثر تھے [۱۱] ۔ آپ کے مرید ملا شاہ بدخشیؒ قادری (م ۱۶۶۱ء) کے ہاتھ پر دارا نے ۱۶۴۰ء میں بیعت کی ۔ جو مسلک وحدت الوجود کے قائل تھے ۔ ان کے خیال میں خدا اپنی ذات میں حق ہے اور صوفیہ اپنی ذات کو اس بے حد اور لاانتہاء اور بے پایاں وجود میں فنا کر کے خود کو حق کہتے ہیں تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وجود ہوتا ہے [۱۲] ۔ انہی دونوں صوفیہ کے زیر اثر داراشکوہ بھی وحدت الوجود کے مسلک کا قائل ہوا ۔ اس کے یہی خیالات بعد ازاں اس میں اور اورنگ زیب میں شدید اختلافات کا باعث بن گئے ۔ نتیجتاً اورنگ زیب نے اسے قتل کروادیا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دراصل شاہجہاں نے اپنی بیماری (۱۶۱۸ء) کے وقت تمام شہزادوں کو دارا کا وفادار رہنے کی تلقین کی تھی ۔ لیکن دارا کی کوتاہ بینی اور ناعاقبت اندیشی کے باعث بعض نالائق اشخاص اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوگئے جنہوں نے ملک میں فساد کی آگ بھڑکائی اور ملک کا انتظام درہم برہم ہوگیا[۱۳]

دارا نے اپنے تینوں بھائیوں کی فوجوں سے مقابلہ کیا لیکن ناتجربہ کار ہونے کے باعث شکست کھائی اور راہ فرار اختیار کی ۔ اس دوران اسکی چہیتی بیوی نادرہ بیگم کے انتقال کا عظیم سانحہ بھی اسے برداشت کرنا پڑا ۔ دارا نے ڈھاڈر کے زمیندار ملک جیواں کے ہاں پناہ لی جس نے اس سے غداری کی اور اسے دہلی پہنچا کر اورنگزیب کے سپرد کر دیا ۔ دارا کو ہاتھی پر بٹھا کر دہلی کی گلیوں میں پھرایا گیا ۔ اسکا وجود چونکہ اورنگ زیب کے بادشاہ بننے کے راستے میں خطرہ تھا چنانچہ اسے ختم کرنے کے لئے اس پر اسلام میں بدعت پیدا کرنے کا الزام لگایا گیا ۔ علماء نے بھی اس جرم پر مہر تصدیق ثبت کر دی لہذا اورنگ زیب کے حکم پر اسے ۱۰۶۸ھ ۔ ۱۶۵۶/۵۷ء میں قتل کروا دیا گیا ۔

ایک تاریخ نویس اس قتل کا حال لکھتا ہے ۔

> حکم ہوا کہ باپ بیٹا (داراشکوہ اور سپہر شکوہ) دونوں کو اسی طرح ہاتھی کی عماری پر بٹھائے ہوئے لاہوری دروازہ سے دارالخلافہ دہلی میں داخل کریں اور چاندنی چوک بازار سے سعد اللہ خان اور قلعہ ادک کے نیچے سے گزارتے ہوئے لوگوں میں ان کی تشہیر کریں، پھر پرانی دہلی میں خضر آباد میں لے جاکر خواص پورہ کی عمارات میں مقید کر دیں... ذوالحجہ کی آخری تاریخ تھی ۔ فقہا کی روایت اور فیصلہ کے مطابق داراشکوہ نے حد شرع سے تجاوز کر کے تصوف کو بدنام کیا تھا اور الحاد و کفر پھیلانے کا مرتکب بنا تھا ۔ اسکو ذبح کر دیا گیا اور ہاتھی کی عماری پر اسکی لاش کو دوبارہ شہر کے بازار اور چوک سے گزارا گیا[۱۴] ۔

داراشکوہ کے مسلک کو سمجھنے کے لئے ہم وحدت الوجود اور ویدانت کے فلسفے کا مختصر جائزہ لیتے ہیں ۔

وحدت الوجود

بایزید بسطامی (م ۲۶۱ء / ۸۷۶ء) کے بعد باقاعدہ طور پر فلسفہ وحدت الوجود کو پیش کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والے شیخ ابو بکر محی الدین ابن العربی (پ ۵۴۰ھ / ۱۱۶۵ء) تھے۔ جن کے نظریئے کے مطابق خدا بزرگ و برتر نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور وہ خود ان کا جوہر اصلی تھا۔ اس نے تمام اشیاء کو اپنی ذات میں خلق کیا اور جو اسکی ذات میں مل کر بھی کبھی فنا نہیں ہوتیں۔ وہی ذات تنگ بھی ہے اور وہ ہی وسیع بھی ہے [15]۔ ان کے فلسفے کی رو سے تمام عالم اشیاء اسی حقیقت محض کا سایہ ہیں اور وہ خود ان کے پیچھے مخفی ہے۔ یعنی ہر شے کا جوہر وہی ہے۔ لیکن انسانی عقل کے محدود ہونے کے باعث کائنات اور خالق کی یہ کائی ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ اس قسم کے اتحاد کے ادراک کا واحد وسیلہ صوفیانہ وجدان یا ذوق ہے۔ چنانچہ حقیقت ایک طرف تو زمان و مکان کی تمام حدود سے ماورا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ علم انسانی سے بھی پرے ہے۔ بشرطیکہ علم سے مراد وہ علم ہو جسے ہم اپنے حواس اور عقل نظری سے حاصل کرتے ہیں۔ دوسری طرف حقیقت کو کثرت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یعنی حقیقت حق بھی ہے اور خلق بھی۔ خارج بھی اور داخل بھی [16]۔

ہر دور میں حکمرانوں نے تصوف کے اسی فلسفے کو اپنایا جو انہیں اپنی حکمرانی کیلئے موزوں لگا۔ اکبر کے دور میں صوفیہ میں وحدت الوجود کا عقیدہ راسخ ہونے لگا تھا اور اصحاب سکر یعنی مست الست صوفیہ کو اصحاب صحو یعنی روایت پرست صوفیہ پر ترجیح دی جانے لگی تھی۔ خود اکبر نے صاحب سکر صوفیہ کے طریقے کو پسند کیا [17]۔ کیونکہ اسکا رجحان ظواہر سے انحراف کی طرف تھا۔

وحدت الوجود کے تصور کی پذیرائی اور شریعت سے بے نیازی کے رویے کے عام ہو جانے کا رد عمل ہوا اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ (م ۱۶۰۲ء) اور انکے مرید شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۶۲۴ء) نے اس نظریئے کی شدید مخالفت کی۔ انہوں نے وحدت الوجود یا ہمہ اوست کے فلسفے کو مسترد کرکے وحدت الشہود یعنی ہمہ از اوست کے تصور کو پیش کیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا غیر مسلموں کے متعلق نقطہ نظر تھا۔ ان سے پہلے بزرگان اہل طریقت نے کبھی غیر مسلموں کے ساتھ سختی اور شدت کی تلقین نہیں کی تھی۔ مجدد الف ثانیؒ نے ہندوؤں کے بارے میں رعایا کے طور پر سختی اختیار کرنے کی تلقین کی۔ اسکی ایک وجہ تو اکبر کا آزاد مسلک تھا اور دوسری وجہ ہندو احیاء کی تحریک تھی جس کے باعث ہندو خاصے سرکش ہو گئے تھے [18]۔ وحدت الوجود کے قائل صوفیہ جہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام فلسفوں میں سے اچھی چیزوں کو اخذ کرنے کے قائل تھے وہاں وحدت الشہود کے قائل صوفیہ ان چیزوں کو شرع کے معیار پر پرکھتے تھے[19]۔

گویا وحدت الوجود کے فلسفے میں شرع اور روایت سے گریز کے امکانات موجود تھے۔ جس میں خالق اور مخلوق کو ایک مانا جاتا تھا اور انسانیت پرستی کی حمایت کی جاتی تھی۔ یہ صوفیہ جو وحدت الوجود کے فلسفے کو مانتے تھے حکمرانوں سے دور رہتے اور عوام الناس کے مسائل میں دلچسپی لیتے تھے۔ جبکہ وحدت الوجود کے فلسفے کو شرع سے متجاوز خیال کرنے والے صوفیہ، جو وحدت الشہود کے قائل تھے، کے خیال میں خالق اور مخلوق کبھی ایک نہ ہوسکتے تھے۔ یہ صوفیہ دربار کے آداب واطوار اپناتے اور انہیں حکمرانوں کی حمایت حاصل تھی۔ پہلے نقطہ نظر کے حامی لوگوں میں برصغیر میں چشتیہ سلسلے کے صوفیہ کا نام لیا جاسکتا ہے۔

ویدانت

ہندو مذہب میں تینتیس کروڑ دیوتاؤں سے ______ لے کر خدائے واحد کے معتقد بلکہ خدا کے وجود سے منکر، سبھی اشخاص شامل ہیں۔ اس لئے کسی ایک ہندو مذہب کی تلاش ممکن نہیں۔ ویدک فلسفے کو مجموعی طور پر دیوتاؤں پر اعتقاد کا فلسفہ کہا جاسکتا ہے۔ ویدک عہد میں دوسرے ابتدائی مذاہب کی طرح قدرتی طاقتوں جیسے سورج، آندھی، بارش، آگ وغیرہ کی پرستش کی جاتی اور ان کے غیظ وغضب سے بچنے کے لئے ان دیوتاؤں کی قصیدہ خوانی کی جاتی تھی۔ ان منتروں کے بعد قربانی کی رسم شروع ہوئی۔ ایک پروہت برہمنوں کا طبقہ قربانی کی رسوم ادا کرنے کے لئے پیدا ہوگیا۔ اس میں دو طرح کے پروہت تھے۔ ایک بستی کے باہر درس وتدریس کرتے اور دوسرے بستی کے اندر مذہبی رسوم ادا کرتے۔

جنگلوں میں رہنے والے مرتاضیوں نے ویدوں کے منتروں پر غور کرنا شروع کیا اور ان سے فلسفیانہ نتائج اخذ کیے۔ یہ اپنشدوں، براہمن گرنتھوں اور دوسرے شاستروں کی تخلیق کا زمانہ تھا اور یہیں سے دیوتاؤں کی کثرت میں وحدت کا تصور پیدا ہوا۔ اس تصور کو ویدانت[20] یعنی مابعد وید کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نام دیا گیا۔ وحدت الہٰی کا خیال یہیں سے شروع ہوا۔ برہمن مذہب اور پروہتوں کی اجارہ داری کا رد عمل بھگتی تحریک کی شکل میں ہوا۔ ان میں ایک طبقہ ناتھ جوگیوں کا تھا جنکا فلسفہ شیومت کا تھا۔ دوسرا طبقہ وشنومت کو مانتا تھا۔ شیومت کے ماننے والے وجود اعلیٰ کو شیو کا نام دیتے اور اسکی تخلیقی قوت کو شکتی کا۔ اس قوت کے ذریعے شیو کثیف سے کثیف تر حالت میں جامد دنیا میں ظاہر ہوتا ہے اور خود کو مخلوق کی شکل میں ڈھالتا ہے۔ انسان اگر کثیف حالت سے لطیف تر حالت کی طرف بڑھتا جائے تو اصلی شیو روپ کو دوبارہ پاسکتا ہے[۲۱]۔ وشنومت کے ماننے والے بھی اسی قسم کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ وشنو ایک وجود اعلیٰ ہے جس نے خود کو زمین میں ڈھالا تاکہ اس پر حیوانات رہ سکیں۔ اس نے خود کو پانی بنایا تاکہ وہ نشوونما پاسکیں اور وہ ہر شے کا مرکزی نقطہ ہے[۲۲]۔

جب ہم وحدت الوجود اور ویدانت کے فلسفوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو دونوں میں ہمیں ایک وجود اعلیٰ کا تصور ملتا ہے جس نے خود کو اس کائنات میں ظاہر کیا۔ وہ ہر شے کا مرکزی نقطہ ہے اور ہر شے میں موجود ہے۔ یہی پس منظر تھا جس کے باعث داراشکوہ نے ان دونوں فلسفوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور انہیں ایک ہی سچائی کے دو رخ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

مجمع البحرین

داراشکوہ فلسفہ وحدت الوجود کے ماننے والے کا مرید اور خود اس کا زبردست پرستار تھا۔ اسی سلسلے میں اس نے اپنی فارسی کتاب مجمع البحرین، ۱۰۶۵ھ ـ ۱۶۶۳ء میں تحریر کی۔ وہ اسکے تعارف میں لکھتا ہے۔

درہمہ اوست ظاہر وہمہ از وست جلوہ گر اول اوست وآخر اوست وغیر او موجود نباشد[۲۳]۔

یعنی وہ ہر شے میں ظاہر ہے اور ہر شے اس سے ہے۔ وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور اس کے سوا کوئی موجود نہیں۔" داراشکوہ کی اس آزادانہ روش کے پس پشت باضابطہ طور پر قادری سلسلے کی روادارانہ اجازت شامل تھی۔ اس کے مرشد ملا شاہ بدخشیؒ کو دوسرے مذاہب کے ہم مشرب درویشوں سے ملنے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اسی مسلک پر دارا نے عمل کیا اور دوسرے مذاہب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالخصوص ہندو ویدانت کی کتابوں میں حقیقت کی اسطرح تلاش کی کہ گویا اس میں اور دارا کے اپنے طریقے میں تفاوت موجود نہ تھا۔ اسی لئے اسے تصوف اور ویدانت میں ہم آہنگی محسوس ہوئی۔

ابتداء میں دارا نے اپنے مطالعے کو اسلامی تصوف تک محدود رکھا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ ہندو ویدانتوں کی مصاحبت نے اسے اس فلسفے کا مطالعے کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے نہ صرف ہندومت کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا بلکہ توریت و انجیل کو بھی پڑھا۔ ہندو یوگیوں اور درویشوں سے مل کر اس نے معلومات حاصل کیں اور وہ ویدانتی توحید پرستی کی طرف مائل ہونے لگا۔ کیونکہ فلسفہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان کے تصور تک پہنچنے میں کوئی ناقابل عبور مشکل نہ تھی۔

مجمع البحرین چونکہ مسلمان صوفیہ اور ہندو یوگیوں کے عقائد کا مجموعہ ہے اس لئے اسکا نام مجمع البحرین یعنی دو سمندروں کا سنگم رکھا گیا۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں عناصر، حواس، صفات الہٰی، نبوت، ولایت اور عالم برزخ کے متعلق تصوف اور یوگ کے خیالات جمع کئے گئے ہیں اور انہیں ایک دوسرے کے مطابق ثابت کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ مختلف اصطلاحات کا موازنہ کرکے بتاتا ہے کہ دونوں فلسفوں میں ہم معنی تراکیب موجود ہیں۔ دارا کے ہندو دوستوں نے اس کتاب کا سمودر سنگم کے نام سے سنسکرت میں ترجمہ بھی کیا۔

مصنف لکھتا ہے۔

> جز اختلاف لفظی در دریافت و شناخت حق تفاوتی ندید۔ ازیں جہت سخنان فریقین را باہم تطبیق دادہ و بعضی از سخنان کہ طالبان حق را دانستن آن ناگزیر و سود مند است فراہم آوردہ رسالہ ترتیب دادہ وچوں مجموعہ حقائق و معارف در طائیفہ حق شناس بود لہذا بہ مجمع البحرین موسوم گردانید[۲۴]۔

دارا نے محسوس کیا کہ صوفیہ اور ہندو موحدین کے درمیان لفظی اختلاف کے علاوہ کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ اس کے مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ کہتا ہے کہ دونوں فریقوں کے خیالات کا موازنہ کرکے اس نے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے۔ ان حقائق کا علم طالبان حق کے لئے از بس ضروری اور مفید ہے۔ چونکہ یہ دو حق شناس فرقوں کی سچائی اور دانش کا مجموعہ ہے اس لئے اس کا نام مجمع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البحرین یعنی سمندر کے دو دھاروں کا سنگم رکھا گیا ہے۔

دارا نے اپنی اس تحقیق کے سلسلے میں خاصی محنت کی۔ وہ لکھتا ہے کہ تصوف انصاف اور ترک رسوم کا نام ہے [25] اور اس میدان میں انسان کو بہت کچھ چھوڑنا اور بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں کچھ لوگوں نے دارا کے بعض اقوال پر اعتراض کیئے جن کے جواب میں اور اس امر کی تائید میں کہ جو الفاظ حالت جذب میں کہے جائیں۔ قابل گرفت نہیں ہوتے، اس نے رسول کریمؐ، اصحاب کبارؓ، اور دیگر مشائخ کے ایسے فقرے جو حالت جذب میں کہے گئے تھے، جمع کیے اور ان کو شطحیات یا حسنات العارفین کے نام سے ایک کتاب میں جمع کیا۔ اس میں وہ لکھتا ہے۔

"گوید فقیر بی حزن [۴] واندوہ محمد دارا شکوہ: چون در این ایام کہ سال یک ہزار و شعت و دوی ہجری و سال سی و ہشتم است از ولادت این فقیر، خاطر بالکلیہ از کتب اہل سلوک و طریقت ملول گردیدہ بود و جز توحید صرف منظور نظر نبود و از روی وجد و ذوق اکثر کلمات بلند حقایق و معارف سر برمی زد و پست فطرتان دون ہمت و زاہدان خشک بی حلاوت از کوتاہ بینی در صدد طعن و تکفیر و انکار می شد، بنا بر آن بہ خاطر این فقیر (رسید) کہ آنچہ از کبراء موحدان و بزرگان عارفان کہ بہترین مخلوقات و راست بازان در معاملت اند سخنان بلند کہ آن را متشابہات و شطحیات نامند (۶) صادر شدہ و در کتب و رسایل این قوم متفرق است، ہر آنچہ از عارفان این وقت خود شنیدہ، جمع نماید تا حجت قاطع و برہان ساطع بر دجاجلہ عیسی نفسان و فراعنہ موسیٰ صفتیان و ابو جہلان محمدی مشربان باشد [۲۶]

جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت میں دارا شکوہ نے بتایا ہے کہ اس نے یہ کتاب ۱۰۶۲ میں لکھی اور ان دنوں اسکا دل اہل طریقت سے پھر گیا تھا کیونکہ اس کے مونہہ سے وجد اور ذوق کی حالت میں جو کلمات نکل جاتے تھے، پست ہمت لوگ ان کے بارے میں اسے طعن و تکفیر کا نشانہ بناتے تھے۔ اس لئے اس نے سوچا کہ بڑے بڑے موحدوں اور عارفوں سے جو سخنان بلند حالت وجد میں صادر ہوتے رہے اور جو مختلف رسالوں اور کتابوں میں موجود تھے انہیں جمع کر کے ان لوگوں کے لئے منظر عام پر لائے جو اس پر معترض ہوتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجمع البحرین میں داراشکوہ نے تصوف اور ویدانت کی اصطلاحات اور مذہبی تصورات کا تجزیہ کرکے یہ ثابت کیا کہ اسلام اور ہندو مت میں اختلاف محض ظاہری ہے اور باطنی طور پر کوئی اختلاف نہیں۔ اسے اس بات کا احساس تھا کہ بعض ذہنوں کے لیے یہ نظریہ قابل اعتراض ہوگا۔ چنانچہ اس کتاب کے تعارف میں وہ لکھتا ہے کہ یہ کتاب اس نے اپنے خاندان کے افراد کے لئے لکھی اور عوام الناس سے اسکا کوئی تعلق نہیں[27]۔

کتاب کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے

بنام آنکہ او نامی نہ دارد ۔ بہر نامی کہ خوانی سر بر آرد

(حکیم سنائی)

جسکا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کو میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جسکا کوئی نام نہیں۔ کیونکہ اسے جس نام سے بھی پکارو وہ ہر آواز کا جواب دے گا۔

اس کے آگے کتاب کے تعارف میں وہ لکھتا ہے کہ اس نے ہندی توحید پرستوں کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں اور اس سلسلے میں ہندو مت کے درویشوں اور فلسفیوں سے مل کر بحث و مباحثے کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ دونوں مذاہب میں مماثلت اور اختلافات کس کس جگہ پر موجود ہیں۔[28] داراشکوہ لکھتا ہے۔

حمد موفور یگانہ را کہ در زلف کفر و اسلام کہ نقطہ مقال بہم اند ہر چہرہ زیبائی بی مثل و نظیر خویش ظاہر گردانید۔ و ہیچ یکی را از آنہا حجاب رخ نیکوی خود نساختہ[29]۔

آگے چند اشعار دیے گئے ہیں۔

کفر و اسلام در رہش پویان
وحدہ لا شریک لہ گویان

(نامعلوم)

ہمسایہ و ہمنشیں و ہمرہ اوست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہانخانہ جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

(جامی)

داراشکوہ خدا کی حمد بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسکا کوئی شریک نہیں ۔خدائے لازوال نے اپنے خوبصورت، لاثانی اور لاشریک چہرے پر اپنی زلفیں کفر واسلام کی شکل میں ڈال رکھی ہیں ۔ مگر ان مذاہب نے اس جوہر اصلی کے رنگ و روپ کو چھپایا نہیں ۔کیونکہ دونوں مذاہب کی راہیں اسی کی جانب جاتی ہیں ۔وہ لاشریک ہے ۔وہی ہمسایہ، وہی ساتھی، وہی ہمراہی، وہی گدا کی گدڑی اور بادشاہ کے قیمتی لباس میں موجود ہے ۔وہی اوپر ہے اور وہی نیچے ہے ۔کیونکہ ہر شے میں وہی موجود ہے ۔

دارا عناصر کے ضمن میں لکھتا ہے کہ اسلام میں پانچ عناصر عرش اکبر یا عرش اعظم، ہوا، آگ پانی اور خاک ہیں ۔اسی طرح ہندومت میں بھی پانچ عناصر ہیں جنہیں پلانچ بھوت یعنی آکاس، بائی، تیج، جل اور پرتھی کہتے ہیں [۳۰] ۔آکاس آگے سے تین ہیں ۔بھوت آکاس، مان آکاس اور چد آکاس ۔چد آکاس لافانی ہے جہاں سے عشق پیدا ہوا جسے ہندی میں مایا کہتے ہیں ۔عشق سے روح اعظم یا جیو آتما پیدا ہوئی ۔دوسرا عنصر ہوا ہے ۔ہوا سے آگ، آگ سے پانی اور خاک پیدا ہوئی ۔قیامت کے روز جسے ہندی زبان میں مہاپرلی کہتے ہیں، ہندی اعتقادات کے مطابق، پہلے مٹی تباہ ہوگی، جسے پانی نگل لے گا، پانی کو آگ خشک کردے گی، آگ کو ہوا بجھا دے گی، اور ہوا روح اعظم کے ساتھ مہا آکاس میں ضم ہوجائے گی ۔صرف مہا آکاس اور خدا کا چہرہ باقی بچے گا جو لافانی ہے، باقی ہر شے تباہ ہوجائے گی ۔مسلمانوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ صرف خدا کا چہرہ لافانی ہے باقی ہر شے تباہ ہونے والی ہے [۳۱] ۔

اس کے بعد دارا نے پانچ حواس کا ذکر کیا ہے ۔یہ پانچ حواس ہندی میں پنچ اندری کہلاتے ہیں ۔مسلمان انہیں قوت شامہ، ذائقہ، باصرہ سامعہ اور لامسہ کہتے ہیں اور ہندو گھران، رسنا، چچھ، سروترا اور توک کہتے ہیں ۔ان حواس کی صفات کو ہندی میں گندھ، راس، روپ، سد اور سپاس کہتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں ۔ ہر حس ایک عنصر سے متعلق ہے ۔ قوت شامہ کا تعلق مٹی سے، ذائقہ کا پانی سے، باصرہ کا آگ سے، لامسہ کا تعلق ہوا سے اور سامعہ کا تعلق عنصر اعظم یا مہا آکاس سے ہے کیونکہ اسکا تعلق سننے سے ہے اور قوت سامعہ کے ذریعے ہی حقیقت اہل دل پر ظاہر ہوتی ہے جبکہ دوسروں کو اسکی خبر تک نہیں ہوتی ۔ یہ کیفیت صوفیہ اور ہندی موحدین کے درمیان مشترک ہے ۔ صوفیہ اس کیفیت کو پاس انفاس (یا حبس دم) کہتے ہیں اور ہندی میں اسے دھن کہتے ہیں ۔[۳۲]

اسی طرح ظاہری حواس کی طرح پانچ باطنی حواس ہیں ۔ جو کہ مشترک، متخلیہ، متفکرہ حافظہ اور واہمہ ہیں ۔ اہل ہند کے یہاں یہ چار ہیں یعنی بدھ، من، اهنکار اور چت ۔ ان چاروں کا مجموعہ انتھ کرن کہلاتا ہے ۔ پھر جسطرح صوفیہ کے مطابق تمام مخلوقات کو چار دنیاؤں سے گذرنا پڑتا ہے جو یہ ہیں ۔ ناسوت (عالم ظاہر)، عالم ملکوت (عالم ارواح)، جبروت (عالم بالا)، عالم لاہوت (عالم الوہیت)، ان چار دنیاؤں کو ہندی میں جاگرت، سپن، سکھوپت، اور تریا کہتے ہیں ۔[۳۳]

مزید مشابہتوں کا ذکر کرتے ہوئے دارا شکوہ لکھتا ہے کہ صوفیہ کے نزدیک خدا کی دو صفات جمال و جلال ہیں جو اسکی تخلیق میں ظاہر ہوتی ہیں ۔ ہندی درویشوں کے ہاں یہ صفات تین ہیں ۔ ست، رج، اور تم ۔ یعنی پیدائش، زندگی اور موت ۔ صوفیہ پہلی دو صفات یعنی پیدائش اور زندگی کو ایک یعنی خدا کی جمالی صفت کہتے ہیں اور موت کو اسکی جلالی صفت ۔ اللہ کی دیگر صفات میں سے "علیم"، کو اہل ہند چتن، "الحق" کو اننت، "قدیر" کو سمراتھ، "سمیع" کو سروتا اور "بصیر" کو درشتا کہتے ہیں ۔ اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک روحیں دو قسم کی ہیں ۔ ایک روح اور دوسری روح الارواح، جسے ہندی میں آتما اور پرم آتما کہتے ہیں ۔ اسی طرح اسلام میں اس جہان میں پیدا ہونے والی آوازیں اسی آواز کا پرتو ہیں جو خدا نے دنیا کی تخلیق کے وقت "کن" کہہ کر پیدا کی ۔ اہل ہند اسے سرستی کہتے ہیں ۔ اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک زمین کے سات پرت ہیں جسے ہفت اقلیم کہتے ہیں اور آسمان بھی سات ہیں ۔ ہندوؤں کے نزدیک بھی زمین کے سات ہی طبقے ہیں جنہیں سپت تال، یعنی اتل، بتل، سوتل، تلاتل، مہاتل، رساتل اور پاتال کہتے ہیں ۔ جہاں مسلمانوں کے ہاں سات آسمان ہیں ہندوؤں کے ہاں یہ آٹھ ہیں ۔[۳۴]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کی طرح ہندو موحد بھی سزا و جزا، روز قیامت اور خدا کے زمان و مکان سے بالاتر ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ دارا لکھتا ہے کہ ہندی موحدین کے نزدیک برہما جو کہ اسلام کے جبرئیل سے مشابہ ہے، کی عمر اٹھارہ انج سال ہے۔ دنیا کا ایک انج سال ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ قرآن کریم میں بھی یہ بات موجود ہے کہ خدا کا ایک دن انسان کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ دونوں مذاہب میں یہ اعتقاد بھی مشترک ہے کہ جب یہ کائنات قیامت کے بعد نیست و نابود ہو جائے گی تو دوبارہ اسی طرح وجود میں آئے گی جیسے کہ پہلے وجود میں آئی تھی۔[۳۵]

اس کتاب کے مختلف ابواب میں جو موضوع زیر بحث آئے ہیں، داراشکوہ نے انہیں فرداً فرداً لیا اور اسلام اور ہندومت سے اس سلسلے میں مثالیں دیکر یہ واضح کیا ہے کہ دونوں کے نظام تصوف کے پیچھے ایک ہی سوچ موجود ہے جسے مختلف ثقافتی پس منظر کے باعث مختلف لسانی سانچوں میں ڈھال دیا گیا لیکن جسکے معنی یکساں ہیں۔ چنانچہ دارا نے مختلف صوفیانہ اصطلاحات کے معنی کھول کر بیان کر دیئے تاکہ دونوں مذاہب کے درمیان موجود اختلافات کو کم سے کم کیا جاسکے۔ اس کوشش میں اس نے دونوں مذاہب میں سے کسی مذہب یا نظام تصوف کی اہمیت کم نہیں ہونے دی۔

اختتامیہ

مختلف صوفیانہ سلسلوں کا جائزہ ایک دلچسپ موضوع ہے اور اسکا مطالعہ تاریخی، سماجی، نفسیاتی یا لسانی حوالے سے بھی کیا جاسکتا ہے اور تقابلی طور پر بھی۔ مذکورہ بالا تقابلی مطالعے کے بعد داراشکوہ اس نتیجے پر پہنچا کہ تمام مذاہب کے اصول ایک جیسے ہیں۔ تمام مذاہب میں خود سے بلند ہو کر ایک ازلی حقیقت سے ہمکنار ہونے کی کوشش بھی ایک مشترکہ عنصر ہے۔ اس قسم کے تقابلی جائزے میں اسوقت ایک منفرد صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جب کسی کثیر المذہبی علاقے مثلاً برصغیر میں مختلف صوفیانہ فلسفوں کا امتزاج زیر مطالعہ ہو۔

داراشکوہ اپنی اکثر تصنیفات[۳۶] میں ہمیں اسلامی تصوف اور ہندو تصوف کا تقابلی جائزہ لیتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے اور دونوں فلسفوں کے امتزاج کا مطالعہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اسکی اولین دو تحریروں سفینۃ الاولیاء اور سکینۃ الاولیاء جو بالترتیب مسلمان صوفیہ اور حضرت میاں میرؒ کے حالات زندگی پر مشتمل ہیں کو چھوڑ کر باقی تمام تحریروں اور اپنشدوں اور بھگوت گیتا کے تراجم، ہندو مسلم یک قومی ثقافت کو پروان چڑھانے اور پرامن بقائے باہمی کی کوششوں پر مبنی تھیں۔ ان کوششوں کے پیچھے ہم جنوبی ایشیا کے سماجی حالات اور یہاں کے دو بڑے مذاہب اور صوفیانہ نظاموں میں موجود کشمکش کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔

مجمع البحرین کو اپنے موضوع پر حرف آخر قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس کے متن میں زبان و بیان کو محدود پیرائے میں استعمال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں دارا نے وحدت الوجود اور ویدانت کی اصطلاحات میں مشابہتوں پر تو زور دیا ہے مگر ان دونوں نظاموں میں موجود تضادات کی طرف دھیان نہیں دیا۔ مثلاً اس نے اسلام میں روح اور روح الارواح کو ہندو مت کی آتما اور پرم آتما سے مشابہ قرار دیا ہے جبکہ ان کے مفاہیم کو ہو بہو ایک دوسرے سے مماثل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ موضوع کی سنجیدگی کی وجہ سے دارا نے اس کے متن میں حد درجہ احتیاط برتی ہے جسکے باعث اس میں تجزیاتی نقطہ نظر کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ بہرحال اپنے عہد کے سماجی حالات کے حوالے سے اسکی یہ تحریر دو قومیتوں کی مذہبی مخاصمت اور باہمی عدم اعتماد کو کم کرنے اور یکجہتی پر عمل پیرا ہونے کی ایک مخلصانہ کوشش قرار دی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شہزادہ دارا شکوہ، سفینۃ الاولیاء، کراچی، نفیس اکیڈیمی، ۱۹۶۱ء، ص ۱۲۹

۲۔ حسنات العارفین، تہران، چھاپ خانہ وحید، ۱۳۵۲ء شمسی، تعارف، ص ۱۱

۳۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع سیزدہم، ۱۹۹۰ء، ص ۴۳۵

۴۔ ایضاً، ص ۴۴۷۔۴۴۸

۵۔ ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۔دبستان مذاہب کے مصنف کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔مختلف محققین اسے محسن فانی ذوالفقار خان روستانی اور کیخسرو اسفندیار کی تصنیف بتاتے ہیں ۔ کیخسرو اسفندیار دبستان مذاہب، مرتبہ رحیم زادہ ملک، تہران، ۱۳۶۲ ہجری شمسی، ۲)

۷۔شہزادہ داراشکوہ، سکینۃ الاولیاء، ترجمہ مقبول بیگ بدخشانی، لاہور، پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۷۱ء، ص ۱۳

۳۰۔۳۱

۸۔ایضاً، ص ۶۴

۹۔ایضاً، ص ۶۸

۱۰۔ایضاً، ص ۲۰۵۔۲۰۶

۱۱۔محمد صالح کنبوہ شاہجہاں نامہ، جلد دوم، م، ترجمہ ناظر حسین زیدی، لاہور۔

مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۴ء، ص ۸۹۷

۱۲۔شہزادہ داراشکوہ، سکینۃ الاولیا، ص ۲۲۳، ۲۲۴

۱۳۔محمد صالح کنبوہ حوالہ سابقہ ص ۱۴، ۱۵۷

۱۴۔خافی خان، منتخب اللباب، حصہ سوم، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۹ء، ص ۹۳۔۹۴

۱۵۔دائرہ معارف اسلامیہ، جلد اول، ص ۶۰۹۔۶۱۰

۱۶۔ایضاً، ۶۱۱

۱۷۔تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، چھٹی جلد، اردو، (اول)

ابتداء۔۱۷۰۷ء، مدیر خصوصی ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، ص ۲۰

۱۸۔شیخ محمد اکرام، حوالہ سابقہ، ص ۳۱۸۔۳۲۱

۱۹۔ایضاً، ص ۳۱۴

۲۰۔کبیر چناولی، تالیف ہری اودھ، مترجم سرسوتی سرن کیف، نئی دھلی، ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۰ء،

تعارف، ص ۶۔۱۰

۲۱۔ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۲۔ البیرونیز انڈیا(Al Berunis India (abridged) ترجمہ ایڈورڈ، سخاؤ، نیویارک ڈبلیو، ڈبلیو، نارٹن اینڈ کمپنی، ۱۹۷۱ء، ص ۴۰

۲۳۔ شہزادہ داراشکوہ، مجمع البحرین، انگریزی ترجمہ و تدوین، ایم محفوظ الحق، کراچی، رائل بک کمپنی، ۱۹۹۰ء، ص ۷۹

۲۴۔ ایضاً، ص ۸۰

۲۵۔ ایضاً، ص ۲۰

۲۶۔ شہزادہ داراشکوہ، حسنات العارفین، بحوالہ سابقہ، ص ۲

۲۷۔ مجمع البحرین، حوالہ سابقہ، ص ۸۰

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ ایضاً، ص ۷۹

۳۰۔ ایضاً، ص ۸۲۔۸۳

۳۱۔ ایضاً، ص ۸۳۔۸۶

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ ایضاً، ص ۸۷۔۴۴

۳۴۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۱۵، ۱۱۶

۳۶۔ داراشکوہ کی تصنیفات میں سفینۃ الاولیاء (۱۰۴۹ھ)، سکینۃ الاولیاء (۱۰۵۲ھ)، رسالہ حق نما (۱۰۵۶ھ) حسنات العارفین (۱۰۶۲ھ)، سراکبر (۱۰۶۷ء) یوگ بھرشٹ (۱۰۶۷ھ) اور مجمع البحرین (۱۰۶۵ھ)، شامل ہیں۔

© rasailojaraid.com